لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

کتب خانہ ندوۃ العلماء کی نئی عمارت کا مجوزہ خاکہ

LIBRARY BLOCK
NADWATUL-ULUMA

HOSTEL PROJECT NADWATUL-UL
LUCKNOW - INDIA.

جدید دار الاقامہ کا مجوزہ نقشہ

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے سلسلہ میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی

ایک خصوصی اپیل

مکرمی و محترمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس وقت کچھ اہم اور فوری ضروریات کی طرف آپ حضرات کی توجہ مبذول کرانا ہے، جو اس وقت دارالعلوم کو درپیش ہیں، ندوۃ العلماء کے پچاسی سالہ جشن تعلیمی کے بعد ذمہ داریاں قدرتی طور پر پہلے سے کہیں بڑھ گئی ہیں، نہ صرف داخلہ کے خواہشمند طلبہ بلکہ اندرون و بیرون ملک کے مہمانوں کی تعداد میں بھی روز افزوں اضافہ ہے۔

اس کے علاوہ دارالعلوم میں نئے شعبوں کا قیام، نئے کاموں کا آغاز، اور نئے دفاتر کے لئے بھی مختلف تعمیری کاموں اور طلبہ کے لئے مناسب اقامتگاہوں کی فوری ضرورت ہے، اور ہماری خواہش ہے کہ یہ کام یا اس کا بڑا حصہ ہمارے دینی بھائیوں کے ہاتھوں انجام پائے اور ہم کو اس سلسلہ میں باہر کی طرف زیادہ نہ دیکھنا پڑے۔ آپ حضرات میں سے جو جشن تعلیمی میں شریک تھے، ان کو یاد ہوگا کہ میں نے اجلاس کے تیسرے روز اس بات کی طرف متوجہ کرتے ہوئے یہ عرض کیا تھا کہ: "یہ سونے کی چڑیاں اُڑ جائیں گی، ہم اور آپ یہاں رہیں گے۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ اب آپ کو چھٹی مل گئی، ہم آپ کو چھوڑنے والے نہیں، ہمارے سفیر آپ کے گھروں پر جائیں گے، آپ کی دکانوں پر جائیں گے۔ آپ کے چار آنے اور آٹھ آنے ہم کو عزیز ہیں، یہ جو کچھ دیں گے وہ اس دولت کا ہزارواں حصہ ہوگا جو خدا نے ان کو دیا ہے۔ جو آپ دیں گے وہ آپ کے گاڑھے پسینے کی کمائی ہوگی۔" میں نے یہ بھی کہا تھا کہ: "یہ ہمارے کریم النفس بھائی ہیں اگر یہ کچھ پیش کرتے ہیں تو ہم انکار نہیں کر سکتے۔ یہ خدا کی نعمت ہے، خدا کی نعمت کو ٹھکرا نہیں سکتے، مگر کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم ان کے دست نگر ہیں اور ہمارا طرز عمل بدل جائے گا اور ہم اپنے اس مقام و دعوت کو چھوڑ دیں گے۔ ایسا نہیں ہے۔ انشاء اللہ اس کے بعد جو پہلا سفر اب بھی ہوگا اس میں وہی ہمارا لہجہ ہوگا وہی ہماری زبان ہوگی اور وہی ہمارا عقیدہ اور دعوت ہوگی۔"

خدا کا شکر ہے کہ ہم ان بیش قیمت اصولوں کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں، ہمارے نزدیک املاک، جائداد اور عظیم الشان عمارتوں سے زیادہ وہ مقصد عزیز ہے جس کے لئے یہ دارالعلوم قائم کیا گیا ہے، یعنی جدید زمانہ میں اسلام کی موثر اور صحیح ترجمانی، دین و دنیا کی جامعیت اور علم و روحانیت کے اجتماع کی کوشش، فتنۂ لادینیت اور ذہنی ارتداد کا مقابلہ، اسلام پر اعتماد اور علوم اسلامیہ کی برتری و امتیاز کا اعلان و اظہار، دین حق سے وفاداری اور شریعت پر استقامت۔

اس وقت دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ہندوستان کے مختلف علاقوں کے علاوہ ملیشیا، ابوظبی، ساؤتھ افریقہ وغیرہ کے طلباء بھی زیر تعلیم ہیں، ملکی و غیر ملکی طلباء کی تعداد برابر بڑھتی جا رہی ہے، تقریباً ساڑھے سو غیر مستطیع طلباء کے وظائف (اسکالرشپ) پر تقریباً ۲½ لاکھ روپئے صرف ہو رہے ہیں۔ حضرات مدرسین و اسٹاف کی تعداد ۸۰ سے زائد ہے، مجموعی مصارف سالانہ علاوہ تعمیرات تقریباً ۸½ لاکھ ہیں۔ اس سال جدید طلبہ کے اضافہ کے باعث رہائش گاہ (ہوسٹل) کا مسئلہ سخت پیچیدہ ہو گیا ہے، اس لئے فوری طور پر ایک جدید دارالاقامہ اور اساتذہ کی رہائش گاہوں کی تعمیر کرنا از بس ضروری ہو گیا ہے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کی خدمات میں ان اہل خیر حضرات کا بڑا حصہ ہے جو اس اہم کام کو اپنی ذاتی ضرورت سمجھتے ہیں، اور وقتاً فوقتاً حسب استطاعت اعانت فرماتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس تعاون کو قبول فرمائے۔ اس لئے ہماری گزارش ہے کہ اس وقت تعمیرات کی طرف فوری توجہ فرمائیں اور اپنے ناموں سے یا اپنے مرحوم اعزا کی طرف سے ایصال ثواب کے لئے طلبہ کی رہائش گاہیں تعمیر کرائیں، یہ ایک بڑا صدقہ جاریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر ایک جدید دارالاقامہ اور اس سے متعلق ضروری عمارتوں کا نقشہ تیار کرا کے داخل کر دیا گیا ہے اور انشاء اللہ نقشہ کے پاس ہوتے ہی اس کا کام شروع کر دیا جائے گا، اس جدید دارالاقامہ میں طلباء ملکی و غیر ملکی دونوں کی رہائش کا انشاء اللہ معقول انتظام ہوگا۔ اس کی عمارت انشاء اللہ تین منزلہ ہوگی۔ دارالاقامہ کے ایک کمرے پر دس ہزار روپے صرف کا تخمینہ ہے، یہ کمرے ۱۹ × ۱۲ فٹ کے ہیں اور ان کے سامنے ۱۶ × ۸ فٹ کا برآمدہ ہے، ہر کمرہ میں چار طلبہ کے رہنے کی گنجائش ہوگی۔ اس کے علاوہ کتب خانہ اور اسٹاف کے رہائشی مکانات وغیرہ کی فوری تعمیر کا انتظام بھی شروع کر دیا ہے۔ (طلبہ کے لئے نئے سہ منزلہ ہوسٹل کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا ہے، اس کی پہلی منزل کی تکمیل انشاء اللہ ماہ شوال تک ہو جائے گی۔)

یہ حقیقت قابل توجہ ہے کہ مسلمانوں کی ہر فلاح و بہبود اس دین سے وابستہ ہے جس کو لے کر حضور اکرم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، مسلمان جس قدر اس حقیقت کی طرف توجہ کریں گے اور جس قدر دینی کاموں میں دلچسپی اور بلند ہمتی سے حصہ لیں گے، اسی قدر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی حفاظت و کامیابی کا فیصلہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم" اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی توفیقات خاص سے نوازے اور اپنے دین کی نصرت و حمایت کی دولت سے سرفراز فرمائے۔

خاکسار

ابوالحسن علی ندوی

نوٹ: امدادی رقوم ہمارے مقررہ حضرات کو عنایت فرمائیں یا رقوم چیک اور ڈرافٹ بنام ناظم ندوۃ العلماء (ندوہ) لکھنؤ روانہ فرمائیں۔

زرِ اشتراک اندرونِ ہند مع محصول ڈاک:
سالانہ ۱۲ روپیے، ششماہی سات روپیے
فی پرچہ: ۲۰ پیسے
بیرونِ ہند مع محصول ڈاک:
بحری ڈاک سے: ایک پاؤنڈ سٹرلنگ
ہوائی ڈاک سے: ۱۰ امریکی ڈالر
یورپی ممالک: ۳ پونڈ
افریقہ، مشرقِ وسطیٰ اور مشرقِ بعید کے ممالک: ۲ پونڈ
پاکستان: ۳۰ روپیے
بنگلہ دیش: ۱۵ روپیے

تعمیرِ حیات
لکھنؤ
پندرہ روزہ
شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۱۲ | ۱۰ جولائی ۱۹۷۷ء — ۲۲ رجب ۱۳۹۷ھ | شمارہ نمبر ۱۶

اسحٰق جلیس ندوی

سنسکرت کا فروغ

سنسکرت زبان اپنے زمانۂ وجود سے آج تک کبھی بھی عوامی زبان نہیں رہی۔ ہندوستان کے قدیم مذہبی روایات اور ذات پات کے نظام نے اسے ہمیشہ ایک طبقہ تک محدود رکھا۔ تمام مذہبی کتابیں سنسکرت میں تھیں اور اعلیٰ ذات کے برہمن مذہب اور اس زبان کے اجارہ دار تھے اور اس سلسلے میں اس قدر حساس کہ کوئی غیر برہمن خاص طور پر پست اقوام کا کوئی فرد اسے رابطہ کی زبان یا علمی زبان کی حیثیت سے استعمال نہیں کرسکتا تھا۔ عوام پالی زبان بولتے تھے اور خواص سنسکرت۔

اس ملک میں بدھ مذہب کی مقبولیت کے اسباب میں ایک اہم سبب یہ تھا کہ بدھ مت کی تعلیمات عوام کی زبان پالی میں تھی۔ ذات پات کے بندھن میں جکڑے ہوئے انسانوں کے سامنے مساوات کا اصول لیے بدھ مت نے جب ان کی روز مرہ زبان پالی میں مخاطب کیا تو لوگ جوق در جوق اس نئے مذہب کو قبول کرنے لگے اور عرصہ تک بدھ مت کی حکمرانی ہندوستان پر رہی۔

اس تجربے کے بعد بھی سنسکرت کو عوامی زبان بنانے اور اپنے مذہبی علوم کی عوام میں اشاعت کی تحریک و کوشش پراچین بھارت میں نہیں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ سنسکرت زبان کسی دور میں بھی ایک زندہ زبان کی حیثیت اختیار نہ کرسکی۔ آزادی کے بعد سنسکرت زبان کی تعلیم اور اس کی فروغ و اشاعت پر ہماری سیکولر حکومت کروڑوں روپے صرف کر رہی ہے۔ اردو جیسی زندہ زبان کی کوئی یونیورسٹی نہیں، کوئی علاقہ نہیں لیکن اس ملک میں سنسکرت یونیورسٹیاں قائم ہو گئیں۔ سنسکرت انسائیکلوپیڈیا اور لغت کا کام برسوں سے ہو رہا ہے جس کا لاکھوں روپے کا بجٹ ہے، آل انڈیا ریڈیو سے روزانہ صرف سنسکرت نشر ہے بلکہ ہندی انگریزی کی طرح صبح و شام خاص خبروں میں سنسکرت خبریں بھی نشر ہونے لگیں۔

ہم نے کسی غیر عربی ملک مثلاً پاکستان ریڈیو پر اردو کی خبروں کے بعد عربی زبان میں خبریں نہیں سنیں۔ ریڈیو کا عربک ڈپارٹمنٹ اپنے مخصوص اوقات میں عربی پروگرام نشر کرتا ہے لیکن عربی پروگرام میں جیسے بڑی تعداد سنتی ہے عربی خبریں نشر نہیں ہوتیں۔

غیر عربی مسلم ممالک کے نصاب تعلیم میں عربی زبان لازمی زبان کی حیثیت سے داخل نہیں۔ خود ہندوستان میں ہزاروں جدید تعلیمی ادارے مسلمانوں کی سرپرستی میں برسوں سے چل رہے ہیں لیکن ان میں عربی زبان لازمی نہیں اگر خال خال اس کا وجود بھی ہے تو اختیاری مضمون کی حیثیت سے۔

عربی زبان جو کلام الٰہی اور احادیث نبوی کی زبان ہے، عربی زبان جو ایک زندہ زبان ہے اور دنیا کے چودہ آزاد ممالک کی سرکاری زبان کی حیثیت سے حاصل ہے — عربی زبان جس کی بین الاقوامی حیثیت ہے جسے یونیسکو، یو۔این۔او اور دنیا کی تمام اہم تنظیموں نے تسلیم کیا ہے — عربی زبان جو تیل کی دولت سے مالا مال ملکوں کی زبان ہے مادی فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے غیر مسلم بھی جسے سیکھ رہے ہیں۔
اس عربی سے مسلم ممالک اور مسلم عوام کی بے اعتنائی کا یہ عالم اور دوسری طرف صدیوں سے تاریخ کے میوزیم میں رکھی ہوئی سنسکرت کو عام کرنے میں اس کے چاہنے والوں کی وہ جد و جہد جس کا کرشمہ جو ہر ملک کی مادی ضرورت اور سیکولر کردار سے نہیں سنسکرت کے فروغ کا جذبہ جہاں ہر شخص میں کارفرما ہے۔ اخبارات میں چھپا ہے اس پر مصر ہیں کہ سنسکرت کی تعلیم اسکولوں میں لازمی کردی جائے اور ہمارے وزیر تعلیم طلبہ پر چار زبانوں کے بار کے ذکر کے ساتھ اس پر تیار ہو جاتے ہیں کہ سنسکرت کی ابتدائی واقفیت لازمی کردی جائے گی۔

دیکھو مسجد میں شکستِ رشتۂ تسبیحِ شیخ ⁂ بتکدے میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ

دس باتیں

مشرقِ وسطیٰ کی ہمہ گیر دینی تحریک "الاخوان المسلمون" نے عالم عربی پر گہرا اثر ڈالا۔ اس تحریک نے ایسے مخلص اور پرجوش نوجوان پیدا کیے جنہوں نے ہر محاذ پر باطل کے چیلنج کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ حق و باطل کی کشمکش میں اخوانیوں کو ہر قسم کی آزمائش سے گزرنا پڑا۔ انہوں نے دعوتِ حق کی خاطر دار و رسن کے مرحلے جس خندہ پیشانی اور پامردی سے طے کیے اس سے قرونِ اولیٰ کے مجاہدین اور داعیانِ اسلام کی یاد تازہ ہوگئی۔ یہ تحریک اپنوں کے ہاتھوں پامال ہو کر رہ گئی۔ ربع صدی سے اس کی سرگرمیوں پر پابندی ہے، اس کے باوجود عالم عربی میں خیر و صلاح، حق و انصاف اور دین و اخلاق کی ہر آواز اور اجتماعی کوششوں کے پس پردہ اخوان سے متاثر ذہن کارفرما ملے گا۔ مغربی تہذیب اور مادی تمدن کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں روحانیت و اخلاق کی مشعل فروزاں کرنے والوں کو تربیت کے مراحل سے گزرنا ضروری تھا۔ تحریک اخوان کے بانی امام حسن البنا شہیدؒ کی دوربین نگاہ سے اپنی تحریک کے کارکنوں اور تمام افراد کی تربیت کا پہلو بھی اوجھل نہیں رہا۔ انکی تحریریں دعوت کے پہلو بہ پہلو تربیت کا ایک مکمل نصاب اپنے اندر رکھتی ہیں۔ حسن البنا شہیدؒ کی ان تحریروں میں سادگی، خلوص، اثر پذیری اور بھلے انداز میں انسانی نفسیات کی رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے فرد کی اصلاح کی موثر کوشش جھلکتی ہے، اس کا ایک نمونہ اپنی اور قارئین کی اصلاح کی نیت سے درج ہے:—

۱۔ نماز کا اہتمام کیجیے۔
۲۔ قرآن مجید کی تلاوت کیجیے یا اس پر غور و تدبر کیجیے یا اسے سنیے، خدا کے ذکر سے کبھی غافل نہ رہیے۔
۳۔ اپنا ذرا سا بھی وقت ضائع نہ کیجیے۔
۴۔ عربی زبان سلاست و فصاحت سے بولنے کی مشق و کوشش کیجیے کیونکہ یہ اسلامی شعار ہے۔
۵۔ بحث و مباحثہ سے گریز کیجیے کیونکہ اس میں کوئی بہتری نہیں ہوتی۔
۶۔ طنز و مزاح اور ہنسی مذاق کی کثرت سے بچیے، کیونکہ بامقصد اور جفاکش قومیں سنجیدہ ہوتی ہیں۔
۷۔ گفتگو میں اپنی آواز اس حد تک رکھیے جتنی ضرورت سننے والے کو ہو۔ بلند آواز سے بولنا رعونت اور ایک قسم کی ایذا ہے۔
۸۔ غیبت سے بچیے، شخصیتوں کو مجروح نہ کیجیے، جو بات کہیے بھلائی کی کہیے۔
۹۔ ہر اجنبی سے شناسائی پیدا کیجیے، اس لئے کہ خلوص و محبت کا یہ پہلا تعارف ہی دراصل ہماری دعوت کی بنیاد ہے۔
۱۰۔ وقت کم ہے اور کام کی کثرت، اس لئے دوسروں کو ان کے وقت سے بھرپور فائدہ اٹھانے میں تعاون کیجیے۔

میری جیل زندگی

چند جھلکیاں

ابو محمد امام الدین رام نگری

جولائی ۶۵ء کی ۸ و ۹ کی درمیانی شب تھی، میرے یہاں ایک مہمان آئے ہوئے تھے، کھانے کے بعد وہ، میں، میرے لڑکے قمر الدین اور تاج الدین اشہر نائب مدیر روزنامہ قومی مورچہ بنارس بیٹھے تھے، اشہر کی ایک نظم جو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے مجھے بہت پسند ہے، میں نے اشہر سے کہا۔ وہ نظم لاؤ سنی جائے۔ وہ اپنی نظم کے ساتھ جوش ملیح آبادی کی نظم بھی لائے جو فطری اور واقعاتی دلائل رسالت پیدا بین مثال آپ ہے اور پہلے اسی کو پڑھا اور اسے ختم کر کے جوں ہی اپنا مجموعۂ کلام اٹھایا ایک پولیس سامنے آکھڑا ہوا۔ بولا، "باہر داروغہ جی کھڑے ہیں" میں باہر نکلا، داروغہ دو پولیس کے ساتھ چبوترے کے نیچے کھڑے تھے، مجھ سے پوچھا "کیا ہو رہا ہے؟" میں نے کہا۔ "شعر و شاعری، چلئے آپ بھی سنئے" اندر آگئے۔ پوچھا "آپ جماعت اسلامی کے ممبر ہیں؟" میں نے اثبات میں جواب دیا۔ کہا۔ "تھانے چلئے۔ آپ سے کچھ کام ہے" دو رکشہ لائے تھے، ایک پر مجھے بٹھایا اور خود بیٹھے، دوسرے رکشے پر دونوں پولیس بیٹھے، تھانے لے گئے، بعد میں اشہر پہونچے، ان سے تھانیدار میرے حالات پوچھتے رہے، کچھ دیر بعد قمر الدین رام نگر کانگریس اور میونسپلٹی کے سبھاپتی پریم کشور پانڈے کو لے کر پہونچ گئے۔ دو بجے کا درمیانی وقت تھا، تھانیدار نے پانڈے جی کو تنہائی میں لے جا کر ان کی باتیں سنیں، معلوم ہوا ان کی باتوں سے متاثر ہوئے۔ تھانے کا ٹیلی فون بگڑا ہوا تھا۔ پی۔ اے۔ سی لائن بنارس کے مجسٹریٹ یا اے ڈی ایم سے باتیں کرنے گئے۔ واپس آکر کہا۔ وہ سو گئے ہیں، صبح بات ہوگی، پانڈے جی چلے گئے، تھانے سے چارپائی لی۔ گھر سے بستر گیا۔ دونوں واپس گھر چلے گئے، میں سویا۔ صبح گھر سے ناشتہ گیا، ناشتہ کیا، تھانیدار پی۔ اے۔ سی لائن گئے، واپس آکر کہا۔ "آپ جماعت اسلامی کے ممبر ہیں جیل تو جانا ہوگا مگر جلد ہی چھوٹ جائیے۔"

میری سرگذشت ذرا لمبی اور اکتاہٹ بھری ہے، اللہ تعالیٰ کے مسلسل فضل و کرم کی روداد ہے، اور میرا بیان تحدیث نعمت ہے۔ اس نے عزت و عافیت کے ساتھ تھانے پہونچایا، وہاں عزت و اکرام سے رکھا، اب دیکھئے جیل کس طرح پہونچایا۔

میں پولیس کے اختیار میں تھا، شہر اور قصبہ میں کوئی انتظام نہیں کر سکتے تھے، انتظام کیا اللہ تعالیٰ نے، تھانیدار کو کوتوالی شہر یا حکام کی میٹنگ میں بنارس جانا تھا، انہوں نے رام نگر کے ایک رئیس کی کار منگوائی، رئیس سے میرے بھی مراسم تھے انہوں نے میری گرفتاری کی خبر سنی تو ملاقات کو آگئے، تھانیدار ان کی کار پر بنارس گئے، کار واپس آئی تو مجھ کو لے گئی، دو پولیس ساتھ تھے، کار میں قمر الدین اور ان کے بیٹے تمام الدین بھی ساتھ گئے، دونوں سپاہیوں کا رویہ بھی شریفانہ تھا، کچہری کی کارروائی کے بعد کار سے ضلع جیل پہونچایا۔

میں جیل کی راہ و رسم اور سیاسی قیدی کی پوزیشن سے ناآشنا تھا، ابھی گرفتاری میں تیزی نہیں آئی تھی اس لئے میرے جیل داخلہ کے بعد کوئی قیدی آتے دکھائی نہ دیا، شام کے قریب کھانے کا ٹائم، کمبل کھانے کی پیتل کی تھالی، کٹورا اور پانی پینے کا پیتل کی ٹونٹی کا لوٹا ملا، میں ۶۰ سال کا بوڑھا، پوست و استخوان کا پیکر، موتیابند سے ایک آنکھ بند، سماعت برائے نام، دونوں پیروں کے تشنج کا دیرینہ مریض، چھڑی لے کر بھی دائیں بائیں جھونکا کھاتا لڑکھڑاتا چلنے والا، بچانک سے چوکیدار نے چھڑی دلائے دی تھی، اپنا بیگ اور اس سامان سے لدا پھندا اس مقام پر چلا جہاں ڈی آئی آر کے قیدی رکھے گئے تھے، خدا کا رحم و کرم پھر نمودار ہوا، آگے بڑھ کر ڈی آئی آر کے دو قیدی ملے۔ ایک نے مجھے دیکھ کر پوچھا "آپ اشہر کے والد ہیں؟" میں نے کہا "ہاں" پھر نام لے کر پوچھا۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ شاید وہ میری حالت سے نہایت متاثر ہو گیا تھا، میرے ہاں کے ساتھ ہی اس کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا "اندرا آپ کی آہ سے تباہ ہو جائے گی" وہ قبیلیانہ تاخدائی آدمی تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے ہمدرد بنا دیا، اس نے اپنے بستر کے ساتھ میرا بستر لگا دیا، اور میرا جو کام ہوتا خود کر دیا کرتا تھا، حالانکہ وہ اور اس کا ساتھی دونوں شیعہ تھے، ابتک صرف ۱۵ - ۲۰ قیدی تھے اور سب غیر مسلم۔

ملک کی تقسیم سے پہلے برطانوی راج کے زمانے میں جماعت اسلامی بنارس جیسے ہی نے ہی قائم کیا تھا خاصی ترقی یافتہ اور سرگرم عمل تھی۔ اب دیکھئے خدا اسے رہنے کو جگہ کیسی دی؟ "سبھا بھون" جسے آپ مجلس ہال کہہ لیجئے، جیل میں سبھا بھون، شمالاً و جنوباً بھی خوب وسیع تھی، شمال کی جانب دروازہ جنوب جانب متعدد زینوں کا اونچا چبوترا چکلا اسٹیج، غرب جانب برآمدہ اس کے آگے طویل و وسیع صحن اور کھلا میدان، معلوم ہوا بنارس کے سمپورنانند جی جو زمانے میں اتر پردیش کے پولیس اور جیل کے وزیر تھے قیدیوں کی تفریح کے لئے سبھا بھون تعمیر کرایا تھا، اس کے دروازے پر ابتک یہی نام لکھا ہوا ہے۔

ملک کی تقسیم سے پہلے جماعت اسلامی کی جو پوزیشن تھی ملک کی تقسیم کے بعد جماعت اس پوزیشن کو نہ پہنچ سکی پھر بھی غنیمت تھی، کچھ ارکان پاکستان چلے گئے، کچھ کا انتقال ہو گیا، گرفتاری کے وقت شہر میں صرف چار ارکان تھے مولانا حمید علی مدرس جامعہ مظہر العلوم، ماسٹر عبد الرؤف، غیاث الدین اور سید سلطان احمد تین روز کے درمیان باری باری یہ چاروں بھی آگئے حالانکہ مولانا حمید علی ٹی بی کے مریض تھے۔

ہم لوگوں نے برآمدے کے جنوبی گوشہ میں بستر لگایا تاکہ استنجاء، وضو اور جماعت سے نماز پڑھنے میں سہولت ہو، اب گرفتاری میں شدت پیدا ہو گئی تھی، لوگ مسلسل چلے آ رہے تھے، ہفتہ عشرہ میں پورا سبھا بھون بھر گیا، مسلمان پانچ ہم جماعت والے تھے اور دو شیعہ جو میرے ساتھ آئے تھے۔ ایک سماج وادی نوجوان، ایک بدمعاش مجاہد جو کئی بار قید ہو چکا تھا اور پانچ چھ اس کے ڈھنگ کے جو اس کے رفیق بن گئے اور تاش کرم کھیلتے رہتے تھے باقی سب غیر مسلم تھے۔ ان میں لیڈر بھی تھے، اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی، پروفیسر بھی، وکیل بھی، کالجوں کے طلبہ بھی، تنظیموں کے لیڈر بھی۔

ہفتہ عشرہ تک تو تیسرے درجے کا کھانا ملا، لیکن یہ لوگ آگئے تو انہوں نے دوسرے درجے کا مطالبہ کیا جو منظور ہو گیا اب عمدہ جنس ملنے لگی، رات کو بکری کا گوشت ملنے لگا، اعلیٰ معیاری گھی ملنے لگا، چینی ملنے لگی، چائے کی عمدہ پیالیاں ملیں، پانی پینے کے لئے شیشے کا گلاس ملا، نہانے کے لئے حمام لکس اور لائف بوائے صابن ملنے لگا۔ دن میں دال چاول ترکاری سادی روٹی، رات کو گوشت کے ساتھ گھی لگی روٹی، ہفتہ میں دو روز رات کو کھیر بھی ہوتی تھی، ناشتے میں اکثر گھی چینی کا مالیدہ ہوتا تھا اور کسی کسی روز بھنا چنا بھی، ہفتہ میں ایکبار پھل بھی ملتا تھا۔ کھانا پکانے کے کام کے لئے آدمی مل گئے تھے جو قیدی یا ملازم تھے لوگ شوق سے خود بھی پکاتے، کھانا ہندو مسلمانوں کا ساتھ پکتا تھا، اور سب ساتھ بیٹھ کر کھاتے تھے۔ گوشت سے پرہیز کرنے والے تھوڑے سے الگ پکواتے اور کھاتے تھے،

قیدیوں میں سبھی پارٹیوں کے لوگ تھے، لیکن پتہ نہیں چلتا تھا کہ کون کس پارٹی کا ہے، سب کے لیڈر ربپ جی تھے تعلیم یافتہ مطالعہ کے شوقین، نہایت نیک نفس، نعرہ صرف "سبھے پرکاش زندہ باد" کا لگتا تھا گویا جیل ہی میں سب پارٹیاں مل کر جنتا پارٹی بن گئی تھیں،

اب ایک جھلک پروگرام کی دیکھئے۔ صبح ناشتے چائے سے فارغ ہونے کے بعد تقریریں ہوتی تھیں، اکثر مقرر کالجوں کے طلبہ اور تعلیم یافتہ ہوتے تھے اور پولیس کی موجودگی میں اندرا سرکار کے خلاف ایسی طوفانی تقریریں کرتے تھے گویا شعلے اگل رہے ہیں اور انگارے برسا رہے ہیں۔ مجھے تو تقریریں سنائی نہ دیتی تھیں۔ ان کی کڑک دار آواز اور ہاتھوں کی حرکت سے ان کے جوش و خروش کا اندازہ ہوتا تھا، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ سارا ہندوستان جیل خانہ ہے اگر کہیں آزادی ہے تو جیل خانہ ہی میں ہے۔

رات کو ایک طویل نظم کا پروگرام تھا، میں نے اوپر بتایا ہے کہ ربپ جی سب کے لیڈر تھے، لوگ دو طرفہ صف بستہ اندر کر بیٹھ جاتے، ربپ جی ایک کنارے پر کھڑے ہو کر ایک خاص لہجہ میں اور خاص انداز سے ہاتھ بھینک کر وہ نظم پڑھتے۔ نظم کیا تھی ایک شعر تھا جو

پھر بند کے آخر میں سب مل کر دہراتے تو سماں بندھ جاتا تھا۔ مجھے وہ نظم تو سب یاد نہ رہی تھی، بند کے آخر میں پڑھے جانے والا شعر کا ایک مصرعہ یاد ہو سکا ہے۔

"تلک لگے کرانتی دوار پر آئی ہے"

نظم کے آخر میں یہ موزوں نعرہ بھی لگتا۔ ایک پارٹی کہتی "جے پرکاش" جے پرکاش تو دوسری پارٹی کہتی "زندہ باد۔ زندہ باد" یہ نعرہ کئی بار دہرایا جاتا۔ کرانتی انقلاب کو کہتے ہیں اور تلک ٹیکا کو۔ اس شعر پر نوجوان جوش سے بھر جاتے۔ سبھا بھون میں رات کو گرمی ہوتی تو باہر صحن میں یہ پروگرام ہوتا اور نظم اور نعرے سے فضا معمور ہو جاتی۔

ہم لوگ اپنے بستر پر نماز کی جماعت کرتے لیکن برآمدے میں دھوپ آجاتی پھر اندر بھون کے اندر ایک کمرے میں پڑھتے۔ جیل میں ہر چھت کی ایک چھوٹی سی مسجد ہے اس میں جمعہ پڑھتے۔ سخت دھوپ ہوتی تو وہیں جائے قیام ہی پر پڑھ لیتے۔ جمعہ بعض جگہوں کے پاس درخت کے سائے میں بھی پڑھا گیا، کسی نے بھی کسی طرح کی ناگواری کا اظہار نہیں کیا۔ قدر اور پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

میں نے گھر سے ہندی کی اپنی کتابیں منگائی تھیں جن کے ذریعہ اسلام کے تعارف کی تحریک چلائی جا رہی ہے۔ ایک روز تقریر کا پروگرام ختم ہونے کے بعد میں نے وہ کتابیں لے جا کر میز پر رکھ دیں اور کہا "یہ آپ لوگوں کے مطالعہ کے لئے تحفہ ہیں۔" لوگوں نے خوشی کی تالیاں بجا کر اپنی قبولیت کا اظہار کیا۔

ایک روز لوگوں نے طے کیا کہ ہر مذہب کا تعارف کرایا جائے، دو دو روز ہر مذہب کے تعارف کو دئے گئے اور پہلا نمبر اسلام کا رکھا گیا۔ پہلے روز میری طبیعت خراب تھی؛ میرے رفیق جماعت ماسٹر عبدالرؤف نے تقریر کی۔ دوسرے روز میں گیا۔ میں نے ہندی میں اسلام کے عقائد سہ گانہ عقیدۂ توحید، عقیدۂ رسالت اور عقیدۂ آخرت کا تعارف کرایا اور لوگوں نے بہت توجہ سے سنا اور متاثر بھی ہوئے۔ آنند مارگی بھی تھے، ان کو الگ جگہ دی گئی تھی، پہلے روز ایک مارگی نے کچھ سوالات کئے تھے، اس سے کہا گیا تھا کہ وہ اپنے سوالات لکھ کر دے دے دوسرے روز جواب دیا جائے گا، چنانچہ ایک سوال آواگمن سے متعلق تھا۔ میں نے اس کا تحقیقی جائزہ لکھا ہے، یہ ثابت نہیں ہوتا۔ مگر میں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہاں ایسے مسائل کا چھیڑنا مناسب نہیں ہے۔ دوسرا سوال تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں کیا کرتے تھے۔ اور ساتھ ہی لکھ دیا تھا کہ وہ تو ذکر تھے۔ اس پر میں نے [illegible]

کہ تم کیا جانو۔ آنحضرت کو دوسرے روز ہندو دھرم کے تعارف کی باری تھی لیکن کوئی اس کے لئے تیار نہیں ہوا، اور یہ پروگرام اسلام کے تعارف ہی پر ختم ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں میرے لئے خاص طور پر محبت و ہمدردی اور قدر و عزت پیدا کر دی تھی۔ ایک روز میں پائپ پر غسل کر رہا تھا اتنے میں پروفیسر جو سب کے بزرگ تھے پائپ پر پہنچ گئے۔ میں نے لنگی بدلی تو انہوں نے گیلی لنگی لے کر کھینچ دی۔ ایک روز یہ ہوا کہ میں غسل کر کے لنگی بدل رہا تھا اتنے میں ایک نوجوان جو جو ہاکرتا، اعظم گڑھ کا باشندہ اور یہاں بنارس کا طالب علم پرمانند سنگھ پہونچ گیا بولا۔ "آپ نے اچھی طرح نہیں نہایا" اور زبردستی بٹھا کر سارے بدن، سر اور داڑھی تک میں صابن مل مل کر خوب نہلایا۔ ایک روز پھر ایسا ہی اتفاق ہوا اور اسی طرح نہلایا۔ اس روز سے میں اس کی موجودگی میں پائپ پر جانے سے پرہیز کرنے لگا۔

رام نگر کا ایک نوجوان شیام بہاری لال ہندو یونیورسٹی کا متعلم جس سے میں رام نگر میں واقف نہ تھا، وہ مجھے واقف تھا وہ جیل گیا تو مجھ سے ملا۔ اس سے جب ملنا ہوتا تو دونوں ہاتھ جوڑ کر سلام کرتا اور خیریت پوچھتا، ایک روز میں انگوچھ سینکنے کے لئے گرم پانی کی فکر میں تھا، ملا تو حال پوچھا میں نے گرم پانی کی ضرورت ظاہر کی تو بولا۔ "میں یہاں آپ کا بیٹا ہی تو ہوں، جو ضرورت ہو مجھ سے کہئے۔" اور جا کر گرم پانی بھیج دیا۔

میں نے ایک مسلمان نوجوان کا اوپر ذکر کیا ہے، وہ پہلی بار میرے سامنے آیا تو میں نے کہا۔ "تمہیں دیکھ کر مجھے اپنا چھوٹا بیٹا یاد آتا ہے۔" بولا "تو مجھ کو اپنا بیٹا بنا لیجئے" پھر وہ بیٹے کی طرح مجھے سنبھال لے جاتا اور کھانا لاتا، بستر پر کھانا بچھا دیتا، بڑا سلیقہ مند تھا، بہت دنوں تک کھانے کا وہی منتظم تھا سامان لاتا اور اپنے چارج میں رکھتا۔

ایک آر۔ ایس۔ ایس خاص سپاہی پارٹی والوں کو شاکھا بھی لگاتا تھا۔ وہ بڑا خوش مزاج تھا۔ مجھے بابا جان کہا کرتا تھا۔

یہ بات عام تھی کہ جو نوجوان میرے پاس آتا پہلے پاؤں چھوتا پھر باتیں کرتا۔ میں جتنا چھڑاتا ہمت کم تھا۔ بستر پر بیٹھا رہتا ایک روز دو شخص ایک بزرگ کرتے کرتے سفید بال گمرنوا [illegible] دست صرف اونچی دھوتی باندھے اور نیم آستین کا کرتا پہنے۔ یہ سرود [illegible] ہندو دھرم پریشد [illegible] ہندو نظیر اور پردیش کے ارکان رہ چکے تھے۔ آدھ رویش [illegible] لوگوں نے تقریر

کا سلسلہ روک کر گیتا پر ان کی تقریروں کا پروگرام طے کیا۔ اسٹیج میرے بستر سے قریب تھا لیکن مجھے ان کی تقریر سنائی نہ دیتی تھی، ایک روز خیال ہوا کہ ایک پنڈت گیتا پر تقریر کر رہے ہیں، سننا چاہئے کیا کہتے ہیں، میں سبھا بھون میں گیا تو ایک شخص نے مجھے لے جا کر مادھو دیش مکھ کی بغل میں بٹھا دیا اور انہوں نے اپنے نیچے تہہ کیا ہوا کمبل میری طرف کھسکا دیا کیسے اخلاق کے تھے دیش مکھ جی۔ اور کیسا فضل تھا اللہ تعالیٰ کا اپنے اس ناچیز بندے پر۔ دیش مکھ پاس کے جیل خانہ میں تھے ایک روز ماسٹر عبدالرؤف صاحب کو لے کر میں بھی ان کی ملاقات کو گیا اور ہندی کی اپنی کتابیں دیں، لے کر بہت خوش ہوئے۔

ایک روز ایک نوجوان آیا میرے بستر کے پاس ہی سبھا بھون میں بستر لگانے لگا اور مجھ سے اس طرح باتیں کرنے لگا جیسے رام نگر کا میرا خاص ملاقاتی ہو، معلوم ہوا ہندو یونیورسٹی کا پروفیسر ہے۔ ڈاکٹر [illegible] چاری [illegible] راست، طلبہ کی کسی تنظیم کا عہدہ، وہ چند روز کے بعد پاس کے جیل خانے میں منتقل ہو گیا، صبح پائپ سے نہا کر سامنے سے گزرتا تو جھک کر آداب کرتا، ضمانت پر رہا ہو کر جانے لگا تو ملنے آیا، پاؤں چھو کر گیا، [illegible] طرح وہ بھی مجبور، لیکن اس نے بھی کہا تھا کہ جو ضرورت ہو کہا کیجئے، میں نے کہا پان کے بغیر تکلیف ہو جاتی ہے اب جب بھی اس کے ہاتھ پان لگ جاتا بھیجا جاتا۔ ایمرجنسی کے بعد رام نگر آیا تو مجھے بھی ملا۔ مجھے پہچاننے میں تذبذب ہوا تو بولا۔ "وہی پان والا"

پان گھر سے جاتا تھا، کبھی ختم ہو جاتا تو بڑی تکلیف ہوتی۔ ایک شخص تھا [illegible] بڑا پان کھانے والا۔ اس کے سوا کسی کے پاس پان کا سامان نہ رہتا، اکثر پان کے لئے اسی کے در پہ رہتے، کچھ دنوں تک بوقت ضرورت مجھے بھی پان دیتا رہا، پھر لوگوں سے تنگ آکر اپنے پان کا مالک مجھے بنا دیا۔ نہ جانے کیا کیا دماغ اس نے پیدا کر رکھے تھے کہ برابر پان ڈبل [illegible] منگاتا ہی رہتا تھا۔ گھر سے پان اور پان کا سامان آتا ہی رہتا تھا۔ شکر ہے یہ انتظام رہا کہ پان کی طرف سے مطمئن کر دیا۔

لوگ رہا ہو ہو کر جانے لگے، اکثر جوان اور نوجوان آتے اور پاؤں چھو کر آشیرواد مانگ کر جاتے۔

[illegible] ناگ مزاج تھا، وہ بھی ہمدردی رکھتا تھا اور عزت سے پیش آتا تھا، شام کو اکثر ٹہلتا ہوا سبھا بھون آتا لوگ اس کے گرد جمع ہو جاتے اور وہ لوگوں سے اس طرح باتیں کرتا گویا وہ بھی انہیں

میں سے ہو۔ ایک روز میں گیا اور گھنٹہ پہلے اپنے بستر پر بیٹھا تھا وہ آیا تو ٹہلتا ہوا میں بھی چلا گیا، میں نے آداب کیا تو اس نے دیکھا نہیں، اس کی نگاہ مجھ پر پڑی تو سلام کیا۔ پردیپ جی کہا "جیلر صاحب آپ کو سلام کر رہے ہیں۔" میں نے کہا۔ میں نے پہلے ہی جیلر صاحب کو آداب کیا۔

میں نے بتایا ہے کہ جیل میں ایک مسجد بھی تھی، اسی میں عید پڑھی گئی، ہم لوگوں کے ساتھ دونوں شیعوں نے بھی نماز پڑھی جن کا ذکر اوپر آچکا ہے، اور ایسے مجرم قیدی بھی جن کے دونوں پیروں میں ٹخنے سے کمر تک لوہا بندھا ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس حالت سے بچائے۔ آمین

عید کے دن سوئیوں کے ساتھ کھانے کی ایک خشک چیز بھی گھر سے گئی تھی۔ سوئیاں تو تھوڑی سی ہی تھیں خشک چیز زیادہ تھی، میں نے سوچا یہ نوجوانوں کو دے دوں، ان کی تفریح ہی ہو جائے گی چنانچہ اسے لے جا کر پرمانند سنگھ کو دیا کہ سب لوگ بانٹ لو۔ ایک نوجوان جو دور تھا کہا۔ کیا ہم لوگ سوتیلے ہیں۔ پرمانند نے کہا نہیں یہ سب کے لئے ہے۔

اندازہ کیجئے اس اپنائیت کا یہ اللہ تعالیٰ ہی کا پیدا کیا ہوا انس تھا۔

رہائی کا وقت آیا تو میرے بہت سے ہمدرد اور قدردان جا چکے تھے، جو باقی تھے ان کو لے کر پردیپ جی نے وداعی میٹنگ کی مجھے کرسی پر بٹھایا، مالا پہنائی، اور وداعی تقریر کی، اور گروہ کے ساتھ جے پرکاش زندہ باد کا نعرہ لگاتے ہوئے اس احاطے کے باہر تک پہونچایا جس میں سبھا بھون تھا۔

وداعی میٹنگ میرے سوا صرف ایک پروفیسر کے لئے ہوئی تھی جو بڑی قابلیت اور شخصیت کے آدمی تھے، یہ تھا اپنے ناچیز بندے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم، ہندو بھائیوں نے جیل میں میری جو عزت و توقیر کی اور جس ہمدردی اور نوجوانوں نے عقیدت کا اظہار کیا اسے میں بھول نہیں سکتا۔ تحریکی حیثیت سے جماعت اسلامی کا بہت اچھا تعارف ہوا۔ سب کو یقین ہو گیا کہ جماعت اسلامی ایک خدا پرست اور امن پسند جماعت ہے۔

پرنٹر، پبلشر، مسئول سید محمد حسنی نے [illegible] کے آفسیٹ پرنٹنگ پریس دہلی میں طبع کرا کر دفتر تعمیر حیات ندوہ لکھنؤ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر: اسحاق جلیس ندوی

از:۔ جناب نصر احمد صاحب قادری پھلواروی

مولانا شاہ عز الدین ندوی پھلواروی ؒ

★

بارھویں صدی ہجری میں اولیاء کاملین، علماء ربانیین، عارفین باللہ کی صف میں صوبہ بہار کی ایک عظیم اور زندہ جاوید شخصیت آفتاب طریقت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قادری پھلواروی کی ذات قدسی صفات تھی جن کے باطنی کمالات ولایت وعرفان اور علو مرتبت کے لئے ان کے معاصرین میں مشاہیر صوفیاء رطب اللسان ہیں۔ ان پر فیاض ازل کے انعام واکرام میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے اپنی قربت ومعرفت کا درجہ نہ صرف حضرت مخدوم کو بخشا بلکہ ان کی اولاد کی ہر پشت میں علماء وفضلاء، صلحاء واتقیاء کی ایک بڑی جماعت پیدا کی اگر ایک طرف معقولات اور علوم آلیہ کے اساتذہ نظر آتے ہیں تو دوسری طرف علوم عالیہ کے بلند پایہ علماء، محدثین، فقہاء، مفسرین قرآن، ادباء اور ماہرین السنہ کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔ ان حضرات کے فضائل وکمالات میں مولانا شاہ ظہور الحق عمادی مجیبی کا نام خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ ڈاکٹر اقبال ان کو ہندی فلسفی کہتے تھے اور ان کی تصنیف "سویلا فلسفہ" کے مطالعہ کے مشتاق رہے علوم عقلیہ کے علاوہ مولانا شاہ ظہور الحق حافظ قرآن اور حافظ حدیث بھی تھے صحیحین اور حصن حصین انہیں ازبر تھیں اس کے ساتھ ادب وانشاء کے بھی بادشاہ تھے۔

صدر نشین بزم ولایت شناور بحر البیان عندلیب ریاض رسول حضرت مولانا شاہ ابوالحسن محمد فرد بھی اسی خانوادہ عالیہ کے نامور فرد ہیں ان کی ملاقات کے لئے شاہ اسمٰعیل شہید، بہار وبنگال کے سفر کے دوران پھلواری آئے اور دیر تک علمی گفتگو کرتے رہے۔ شاہ اسمٰعیل حضرت فرد کے علمی تبحر کے معترف اور ان کی بابرکت صحبت سے بہت محظوظ ہوئے اور ان کے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر کی عظمت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ امیر شریعت وطریقت حضرت مولانا شاہ محمد بدر الدین قادری وحضرت مولانا شاہ محمد سلیمان پھلواروی جیسے یگانۂ روزگار فاضل اور مجتہد دین ان کے شاگرد اور فیض یافتگان ہیں، حضرت نصر علوم حدیث کے وسیع النظر عالم تھے ان کے معاصرین ان کی حدیث دانی کے معترف تھے۔ ان کے عہد میں مولانا احمد علی محدث سہارنپوری پھلواری آئے اور آپ سے خاص طور پر علوم حدیث کے سلسلہ میں بعض اہم مباحث پر گفتگو کی اور خانقاہ سے مراجعت کے وقت فرمایا:

"..... جناب شاہ صاحب سے گفتگو کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ آپ بھی اس فن کے اعلم ترین لوگوں میں ہیں"

اسی خانوادہ کے روشن چراغ مولانا شاہ عز الدین ندوی قادری رحمۃ اللہ علیہ تھے جنہوں نے ابھی حال ہی میں اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت اختیار کی ہے اور جن کے غم میں آج پھلواری شریف ہی نہیں بلکہ ساری علمی دنیا سوگوار ہے، خاندان مجیبی کے لئے تو یہ نقصان بڑا ہی غم انگیز اور جاں گسل ہے۔

مولانا شاہ عز الدین کے جد اعلیٰ سید شاہ رحیم الدین حسینی حضرت شاہ محمد مجیب اللہ کے صاحبزادہ شاہ محمد عبد الحق کے داماد تھے، مولانا شاہ عز الدین کے والد ماجد مولانا سید معین الدینؒ بڑے صاحب علم وتقویٰ تھے عین جوانی میں ان کا انتقال ہو گیا اس وقت شاہ عز الدین چار سال کے تھے۔ ولادت شعبان [illegible]ھ میں ہوئی تھی ہوش سنبھالا تو پھلواری شریف علم وفضل اور تصوف واحسان کے آوازہ سے پرشور تھا پھلواری کا ہر مکان مدرسہ اور کتب خانہ سے معمور تھا علم وتقویٰ کی ایسی جامعیت شاید ہی کہیں اور پائی جاتی ہو اس علمی وروحانی ماحول میں وہ پروان چڑھے ابتدائی تعلیم انہوں نے خاندان کے بزرگوں خصوصاً حضرت مولانا شاہ محمد نظام الدین دامت برکاتہم سے حاصل کی تعلیم کے سلسلہ میں کچھ دنوں مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ میں بھی قیام کیا۔ یہ مدرسہ مولانا حکیم برکات احمد ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز شاگرد مولانا عبد الحمید کا قائم کیا ہوا ہے کسی زمانہ میں یہ بھی بڑا بافیض اور کامیاب مدرسہ تھا یہاں کے فارغین میں نامور اور جید علماء کی بڑی تعداد ہے ان میں سرفہرست امیر شریعت ثالث حضرت مولانا شاہ محمد قمر الدین قادری رحمۃ اللہ اور حضرت مولانا شاہ محمد نظام الدین قادری دامت برکاتہم بہت ممتاز ہیں، اپنے ان نامور فرزندوں پر مدرسہ جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔

مولانا شاہ عز الدین نے دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ جا کر علوم عربیہ کی تکمیل کی اور ندوہ کے ممتاز فرزندوں میں شمار کئے گئے۔ ندوہ میں انہوں نے مولانا عبد الحئی فرنگی محلی کے نامور شاگرد مولانا حفیظ اللہ اور شیخ حسین یمانی کے ممتاز شاگرد مولانا حیدر حسن خاں سے اکتساب فیض کیا، مولانا شبلی فقیہ، مولانا محمد یوسف ادیب اور مولانا عبد الرحمٰن نگرامی سے بھی استفادہ کیا۔ اساتذہ کے ساتھ طلبہ میں بھی بہت ہر دلعزیز تھے۔ [illegible]ھ میں طلبہ کی انجمن الاصلاح کے ناظم منتخب ہوئے اور بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ یہ خدمت انجام دی۔ درسی کتابوں کے ساتھ تحریر وتقریر سے بھی شغف تھا اردو کے علاوہ عربی میں بھی بڑی شستگی سے بولتے اور لکھتے، طالب علمی ہی کے زمانہ میں مصر کے مشہور علمی رسالہ "الزھراء" میں ان کے محققانہ مضمون نے اہل علم سے بڑا خراج تحسین حاصل کیا تھا بعد فراغت وہاں مدرس ہو گئے۔ پھر شاہی مسجد لاہور اور کانپور کی مچھلی بازار کی تاریخی مسجد میں عرصہ تک امام وخطیب رہے اس کے بعد دوبارہ استاد ادب وتفسیر کی حیثیت سے ندوہ میں بلائے گئے اور کئی برس تک نیکنامی کے ساتھ یہ خدمت انجام دی۔ [illegible]ھ میں مدرسہ اسلامیہ کی درخواست پر رانچی آئے کچھ دنوں مدرسہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری میں بھی درس دیا آخر میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے استاد منتخب ہوئے تدریسی خدمات کے ساتھ وہاں عربک پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں بھی لکچرار اور پروفیسر کی حیثیت سے عرصہ تک کام کیا طلبہ اور اساتذہ ان کے بے حد قدرداں تھے جب وہ ریٹائر ہونے لگے تو الوداعی تقریب میں ان لوگوں نے بڑی حسرت سے کہا کہ آج ہمارے ادارہ سے ایک ایسی جامع شخصیت جدا ہو رہی ہے جس کا بدل ملنا مشکل ہے۔ [illegible] میں عربی زبان وادب میں اعلیٰ قابلیت کی بنا پر حکومت ہند نے ان کو ایوارڈ دیا۔

ان کی شادی [illegible]ھ میں حضرت محی الطریقہ امیر الشریعہ مولانا شاہ محمد محی الدین قادری قدس سرہ کی دختر نیک اختر سے ہوئی تھی۔ مولانا شاہ عز الدین نے بیعت طریقت اپنے نانا مولانا شاہ محمد سلیمان پھلواروی سے کی اور ان کی طرف سے تمام سلاسل میں مجاز تھے، نانا سے تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین رحمۃ اللہ سے بھی تصوف کی کتابیں پڑھیں اوراد واذکار واشغال کی مشق کی اور ان کی طرف سے بھی سلاسل طریقت میں مجاز ہوئے اس کے علاوہ اپنے جد بزرگوار مولوی سید محی الدین احمد سے بھی سلاسل طریقت کی اجازت حاصل کی۔ موصوف کی ذات میں بڑی جامعیت تھی وہ تقریر وتحریر پر یکساں قدرت رکھتے تھے ان کی تقریریں اور سیرت کے بیانات ہندوستان کے مختلف حصوں میں ہوا کرتے تھے۔

[illegible]ھ میں حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان پھلواروی نے سیرت نبوی کا بیان اپنے خاص انداز میں شروع کیا تھا وہ سیرت کے عام جلسوں کے علاوہ ربیع الاول کی بارہ شبوں میں پھلواری میں ترتیب کے ساتھ ولادت سے وفات تک واقعات بیان کرتے تھے تقریر کے درمیان نعتیہ اشعار اور مثنوی مولانا روم بڑے پر اثر انداز میں پڑھتے تھے۔ تقریر کی تاثیر اور خوش بیانی ان کے خاندان میں اب تک باقی ہے، مولانا شاہ عز الدینؒ نے اپنے نانا سے جو خوبیاں اور خصوصیات ورثہ میں پائی تھیں ان میں تقریر سیرت بھی ہے اپنے خال مرحوم مولانا شاہ غلام حسنین کے انتقال کے بعد ہر سال پابندی سے ربیع الاول کی پہلی سے گیارہ تک خانقاہ سلیمانیہ میں سیرت پر بیان کرتے اور بارہویں شب کو خانقاہ مجیبیہ میں آخری تقریر کرتے اس بابرکت سلسلہ کو ختم کرتے خانقاہ مجیبیہ میں بارہویں شب کو کئی ہزار کا مجمع ان کی تقریر سننے کا مشتاق اور منتظر رہتا تھا۔ اس کے علاوہ ۳۰-۳۵ سال تک اسی خانقاہ میں ربیع الاول کی دس تاریخ کو بھی بیان کرتے تھے۔

سیرت کے واقعات اچھے انداز میں صحیح روایات سے سوز وگداز کے ساتھ بیان کرنا ان کی تقریر کا خاص امتیاز تھا افسوس ہے کہ یہ تمام خوبیاں انکی وفات کے ساتھ ختم ہو گئیں اور پھلواری حضرت شاہ سلیمان کے ایک باکمال تربیت یافتہ

(بقیہ [illegible])

(تبصرہ کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

مطالعہ کی میز پر

سید اسحاق حسینی

بالک باغ: مصنف محوی صدیقی صاحب، مرتب منیر المحوی صاحب

صفحات: ۴۴ قیمت: دو روپے

ملنے کا پتہ: (۱) معیار ادب بکڈپو گلی بیا بزازی کوچہ پورہ بھوپال ۴۶۲۰۰۱

(۲) بھوپال بک ہاؤس چار بتی موعوادہ بھوپال

محوی صاحب جانے پہچانے ادیب ہیں۔ بچوں کے لئے انہوں نے بہت لکھا ہے اور خوب لکھا ہے نثر میں بھی لکھا ہے نظم میں بھی کہا ہے۔

زیر نظر کتاب اصلاحی اور اخلاقی نظموں کا مجموعہ ہے کتاب ہر لحاظ سے بہتر ہے کتابت اور طباعت بھی معیاری ہے جلد خوبصورت ہے۔ بچوں کے لئے ایک حسین تحفہ ہے۔ یہ کتاب بچوں کو اپنی لائبریری میں ضرور رکھنا چاہیے۔

طہور: از: مولانا قاضی محمد شکیل عباس ندوی

صفحات: ۹۴ قیمت: ایک روپیہ ۲۵ پیسے

ملنے کا پتہ: قاضی عباس ندوی بیسارہ قاضی ضلع بستی

زیر نظر کتاب شکیل صاحب کی نعتوں کا مجموعہ ہے نعت سب سے دشوار صنف ہے اور نعت گوئی کوئی آسان کام نہیں لیکن شکیل صاحب نے بڑی اچھی نعتیں لکھی ہیں تمام نقائص سے پاک ہیں جملہ محاسن لئے ہوئے ہیں اور جملہ لوازم کی رعایت رکھی گئی ہے اس کے علاوہ کتابت اور طباعت دونوں دیدہ زیب اور خوش نظر ہیں۔

گلہائے عقیدت: مرتب: محمد کاظم ندوی

صفحات: ۱۶ قیمت: ۴۰ پیسے

ناشر: مکتبۂ ایوب قصبہ کاکوری ضلع لکھنؤ

زیر نظر کتاب مختلف شعراء کی نعتوں کا مجموعہ ہے یہ مجموعہ گیارہ نعتوں پر مشتمل ہے کاظم صاحب خود بھی شاعر ہیں اور اچھے شاعر ہیں اس لئے ان کا انتخاب بھی اچھا ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس نعت سے سب کو مستفیض فرمائے۔ (آمین)

قربانیٔ خلیلؑ اور شہادت حسینؓ: از: حکیم محمد زماں حسینی صاحب

صفحات: ۶۴ قیمت: دو روپے

ناشر: ناظم مجلس القرآن والحدیث ۸۰ گوز ڈوا اسٹریٹ لکھنؤ ۳

زیر نظر کتاب حکیم صاحب کی دو تقریروں اور مقالوں کا مجموعہ ہے۔ کتاب ہر لحاظ سے عمدہ ہے۔

۲۰ صفحات سے شہادت حسینؓ پر روشنی ڈالی گئی ہے، زبان عام فہم ہے، انداز سلجھا ہوا ہے۔

کتابت اور طباعت دونوں مناسب ہیں۔ قیمت قدرے زیادہ ہے۔

بقیہ صفحہ ۲: مولانا شاہ عزالدین ندوی پھلواروی

کے محاسن و کمالات سے محروم ہوگئی وہ اس وقت خانقاہ سلیمانیہ کے سرپرست تھے وہاں کے تمام مذہبی امور انہیں کی ہدایات کے مطابق انجام پاتے تھے مگر افسوس کہ —

رفتی و از رفتن تو عالمے تاریک شد
تو مگر شمعی چو رفتی بزم برہم ساختی

مولانا شاہ عزالدین قادری صاحب علم تھے ان کی تصانیف میں "علوم الحدیث" "کشف الظلام" "حیات احمد حنبل" "شہید اسلام" خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ اردو اور عربی کے علمی مجلات و رسائل میں طالب علمی کے زمانہ سے وقتاً فوقتاً لکھتے رہتے تھے۔ رسالہ "المجیب" پھلواری کے اجراء کے بعد ان کی علمی نگارشات اسی رسالہ میں شائع ہوتی تھیں۔ ان کے مریدین کا بھی خاصا بڑا حلقہ ہے، افسوس ہے کہ خانوادۂ مجیبیہ کی یہ جامع کمالات شخصیت ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ کو تقریباً ۶۰ سال کی عمر میں عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت کی اور بعد عصر خانقاہ مجیبیہ میں نماز جنازہ اور تدفین عمل میں آئی۔ ۲۶ کو ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی ہوئی۔ قصبہ پھلواری کے باشندوں اور اہل قرابت کے علاوہ شہر پٹنہ اور مضافات سے آنے والوں کا بڑا اجتماع ہوگیا تھا۔

مرحوم کی اولاد ذکور کمسنی ہی داغ مفارقت دے گئی تھیں۔ اس وقت آپ کی بیوہ کے علاوہ دو صاحبزادیاں موجود ہیں جو ماشاء اللہ صاحب اولاد ہیں۔

ابر برسائے ابھی ان کی تربت پر

بریلوی فتنہ کا نیا روپ ——— جدید اڈیشن

زلزلہ کا پوسٹ مارٹم

از: مولانا محمد عارف سنبھلی

- ہر بحث قابل دید، بصیرت افروز ——— اور ——— باطل سوز ہے۔
- مسئلہ علم غیب اور کائنات میں تصرف کے عقیدہ کی جو تنقیح کی گئی ہے وہ عوام اور اہل علم سب کے لئے اس کتاب کا خاص تحفہ ہے۔
- بریلوی فتنہ کی تاریخ اور اس کے تعارف پر ایک مفصل مضمون بھی شامل کتاب ہے جس کے مطالعہ سے اس فتنہ کا طول و عرض اور اس کے بانی کا کردار سامنے آجائے گا۔

اس اڈیشن میں

- مولانا محمد منظور نعمانی کے معرکۃ الآراء مضمون "علماء دیوبند پر بریلویوں کے الزامات کا پس منظر" کا اضافہ کیا گیا ہے۔
- مولانا محمد عامر عثمانی مرحوم کا وہ بے لاگ تبصرہ بھی شامل کیا گیا ہے جس میں مولانا مرحوم نے کھلا اعتراف کیا ہے کہ ہمارے اس کتاب کے ذریعہ انہوں نے پہلی بار بریلویت کا اصلی چہرہ دیکھا اور رسالہ تجلی زلزلہ پر اپنے تعریفی تبصرہ کے لئے خدا سے معافی طلب کی ہے۔

* نفیس اعلیٰ کتابت * معیاری طباعت * عمدہ کاغذ اور خوبصورت گٹ اپ سے مزین

ضخامت: ۲۲۸ صفحات، قیمت صرف ۶/۵۰

ملنے کا پتہ: کتب خانہ الفرقان، ۳۱ نیا گاؤں مغربی (نظیر آباد) لکھنؤ

"تعمیر حیات" میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔

(مینجر تعمیر حیات)

جواب طلب امور کے لئے جوابی خط ضرور ارسال کریں۔ نیز منی آرڈر کوپن پر نام اور پتہ خوشخط تحریر کریں۔

(مینجر)

مکتوب سعودی عربیہ

از عبدالوحید ندوی (متعلم جامعۃ امام محمد ریاض)

وہ بڑا مبارک دن تھا

۲۰ اپریل؟ جی ہاں ۲۰ اپریل ۸۱ء کا دن بڑا مبارک دن تھا، یہ وہ دن تھا جس دن ریاض کیلئے ہماری فلائٹ تھی۔ ہم کو کہاں جانا ہے؟ کس ملک میں جانا ہے؟؟ کس مبارک و مقدس سرزمین میں جانا ہے؟؟ جب بھی ہم یہ سوچتے ہمارا سرور و انبساط، خوشی و مسرت سے جھوم اٹھتا، اور سارا بدن خوشی کے نشہ میں مدہوش و مخمور ہو جاتا، کہاں جانا ہے؟ سعودی عرب، جو دنیا کا سب سے زیادہ مقدس و متبرک ملک ہے، جس کو مولد و مسکن نبوی، مہبط وحی، مہد اسلام، مرکز دین ہونے کا فخر و عزت حاصل ہے، وہ سرزمین جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہالت کی تاریکیوں میں روشنی کی قندیل جلائی، وحشت زدہ انسانوں کو انسانیت کا سبق پڑھایا، گم کردہ راہ مسافروں کو صراط مستقیم دکھایا، ظلم و جور، شقاوت و بربریت کی آندھیوں میں عدل و انصاف رحمت و محبت کی مشعل جلائی — وہ سرزمین صدیوں سے جلال خداوندی اور جمال خداوندی کا مظہر، جہاں دنیا کی سب سے زیادہ برگزیدہ ترین شخصیت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور خدا کے سب سے زیادہ محبوب ترین رسول آرام فرما ہیں، وہ ملک جس کی زیارت کرنے کی تمنا ہر مسلمان کے دل میں انگڑائیاں لیتی رہتی ہے — اسی ملک، اسی سرزمین، اسی خطہ ارضی کی طرف ہم کو کوچ کرنا تھا۔ ہم چار ساتھی تھے جن کو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی نے جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے منتخب فرمایا تھا، سلمان الحسینی الندوی، شفیق، نظام الدین اور راقم سطور — میں تو ۷۸ء ہی سے انفرادی طور پر الجامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ کے لئے کوشاں تھا لیکن مجھے کامیابی نہ ہوسکی آخر میں نے اپنی خواہش کا اظہار حضرت مولانا سے کیا، ۸۰ء کے آخر میں حضرت مولانا اور مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی مساعی جمیلہ سے میرے اور باقی تین ساتھیوں کے داخلہ کی منظوری جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، ریاض نے دے دی۔ ٹکٹ، ویزا اور پاسپورٹ وغیرہ کی تیاری میں کچھ مہینے لگ گئے اور بالآخر طویل دفتری کارروائیوں اور دشواریوں کے بعد ۲۰ اپریل ۸۱ء کو ہم لوگوں کا جانا طے ہو گیا۔ روانگی کا وقت جیسے جیسے قریب آ رہا تھا ویسے ہی ویسے دل کے اندر دو متضاد کیفیتیں ابھرتی جا رہی تھیں، ایک کیفیت تو خوشی و مسرت کی تھی، دوسری کیفیت رنج و غم کی تھی، ایک طرف اگر خوشی میں پھولا نہیں سما رہا تھا تو دوسری طرف درد، رنج و غم سے آنکھوں کے آنسو خشک ہو گئے تھے، نہ ہنستے ہی بنتا تھا اور نہ رونا ہی بنتا تھا۔ اپنے گھر، اپنے شہر، اپنے ملک اپنے وطن کے چھوٹنے سے زیادہ ندوہ کے چھوٹنے کا غم تھا، جو میرے لئے گھر بھی ہے شہر بھی، ملک بھی ہے وطن بھی کیونکہ اسکی چہار دیواری کے اندر میں نے پرورش پائی، اسی کی سرزمین میں پلا بڑھا، اسی کے احاطہ کے اندر میں نے بچپن کے سہانے ایام اور بے فکری کے دن گذارے، یہیں کے دینی و علمی ماحول میں میں نے شعور کی آنکھیں کھولیں، یہیں سے مجھ کو دین و علم کی بیش بہا دولت ملی، ایسی جگہ کو ایسی سرزمین کو چھوڑنا جس میں میں نے اپنی زندگی کے گردش ۱۰ سال گذارے ہوں میرے لئے آسان بات نہ تھی — ندوہ سے میرا تعلق اور لگاؤ عقل سے زیادہ جذباتی تھا اور جذبات کی حکمرانی میں عقل کا گزر مشکل ہی سے ہوتا ہے، لیکن بالآخر مجھے جذبات کو ٹھنڈا اور عقل کو آگے بڑھانا ہی پڑا، سفر کا وقت آ گیا اور میں اساتذہ کرام کے جلو میں ندوہ کی کار میں بیٹھ کر ہوائی اڈہ پورٹ کی طرف روانہ ہو گیا، جہاز آ چکا تھا نظر اٹھائی تو عزیزوں، دوستوں اور اساتذہ کرام کا ایک ہجوم نظر آیا جو دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں صرف ہم لوگوں کو الوداع کہنے کے لئے اور ہم لوگوں کو اپنی دعاؤں کے ساتھ رخصت کرنے کے لئے اتنی دور آیا تھا۔ جہاز چھوٹنے کا وقت قریب آیا، وہ ہم لوگ عزیزوں کی شفقت و محبت، دوستوں ساتھیوں کا خلوص اور اساتذہ کرام کی دعاؤں کے ساتھ جہاز میں سوار ہو گئے۔ اور ابھی ۵۴ منٹ بھی نہیں گذرے تھے کہ پائلٹ نے دہلی کے پالم ائرپورٹ پر جہاز کے اترنے کی اطلاع دی، جہاز سے اتر کر ہم لوگ ٹیکسی سے مولانا سید ابوبکر حسنی ندوی کی قیام گاہ پر آئے، مولانا ہم لوگوں کے آنے سے بہت خوش ہوئے اور بڑی شفقت و محبت سے پیش آئے، مولانا کے یہاں رات گذار کر اور ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر ہم لوگ پھر پالم ہوائی اڈے پہنچے ہماری فلائٹ دہلی بجکر ۵ منٹ پر تھی ضروری کارروائیوں کے بعد ہم لوگ جہاز میں سوار ہو گئے لکھنؤ کے مقابلہ میں یہ جہاز زیادہ بڑا تھا اس میں تقریباً تین سو مسافروں کی گنجائش تھی جہاز ٹھیک وقت پر دہلی سے روانہ ہوا اور ایک گھنٹہ ۴۰ منٹ کے بعد سانتا کروز ائرپورٹ بمبئی پہونچ گیا، یہاں سے ہم لوگ بذریعہ ٹیکسی حافظ مرغوب صاحب کے پاس نور باغ مسجد پہونچے، حافظ صاحب بڑی خندہ پیشانی سے پیش آئے اور ہم لوگوں کی بڑی خاطر و تواضع کی، بمبئی میں ہم لوگوں کا قیام تقریباً ۱۰ گھنٹے رہا۔

مولوی عبداللہ صاحب ندوی کی مہربانی اور ذکار اللہ صاحب ٹراویل ایجنٹ کی کوششوں سے پی فارم وغیرہ کا کام جلد ہی پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا اور ۲۱ اپریل کے سعودی جہاز میں ہم لوگوں کی سیٹیں بک ہو گئیں، بمبئی میں اور بھی کئی حضرات سے اچھی ملاقات رہی، جن کے نام اسوقت ذہن میں محفوظ نہیں ہیں، ظہران کے لئے ہماری فلائٹ چند بجے تھی کرنسی اور کسٹم وغیرہ سے فارغ ہو کر ہم لوگ سعودی جہاز میں سوار ہو گئے، سعودی عرب کے لئے تمام جہاز عام طور پر کراچی ہو کر جاتے ہیں جس میں تقریباً ۷ سے ۸ گھنٹے صرف ہوتے ہیں لیکن ہمارا جہاز سیدھے ریاض جانے والا تھا اسی لئے صرف ۳ گھنٹہ میں ہم لوگ ظہران پہنچ گئے جس وقت ہمارا جہاز متحدہ عرب امارات سے گذر رہا تھا اسوقت کھڑکیوں سے پر اسرار نقشوں اور جھاڑوں جیسا معلوم ہو رہا تھا اور سڑکوں پر چلتی ہوئی کاریں بارک ٹریاں معلوم ہو رہی تھیں، ظہران میں ہیلتھ سرٹیفکیٹ اور کسٹم وغیرہ کے چکر سے نکلنے کے بعد ہم لوگ ظہران کے داخلی ائرپورٹ پہونچے جو انٹرنیشنل ائرپورٹ کے قریب ہی ہے، بکنگ کے لئے پہونچے تو معلوم ہوا کہ صبح ۷ بجے تک کسی جہاز میں جگہ نہیں ہے، ۸ بجکر ۵ منٹ والے جہاز میں جگہ مل سکتی ہے، مجبوراً اسی جہاز میں بکنگ کرانی پڑی، رات ظہران ائرپورٹ پر گذری صبح نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر اور کسٹم وغیرہ کے مرحلہ سے گذر کر سعودی جہاز میں سوار ہو گئے تقریباً ایک گھنٹہ سے پہلے ہم لوگ ریاض پہنچ گئے، ریاض میں کسٹم وغیرہ نہیں ہوا فوراً ٹیکسی کر کے ہم لوگ جامعہ کے دفتر "عمادۃ شئون الطلاب" پہونچے، یہاں کے لوگ بڑے تپاک سے ملے، اور جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ ہم لوگ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے آئے ہیں تو وہ لوگ بہت خوش ہوئے اور حضرت مولانا کی خیریت پوچھتے رہے، اور ان کے بارے میں مختلف سوالات کرتے رہے، عمادہ شئون الطلاب سے فارغ ہو کر ہم لوگ سلیم الرحمٰن خان ندوی کے کمرے پہنچے یہ ہم لوگوں سے پانچ چھ ماہ قبل پہونچ چکے تھے انہوں نے ہم لوگوں کی بڑی مدد کی اور ہر طرح کی سہولت بہم پہنچائی، کھانے پینے کا انتظام، ٹھہرنے کا بندوبست وغیرہ کرانے میں انہوں نے بڑی دلچسپی لی، اللہ تعالیٰ ان کو ہم سب کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے (آمین)

کچھ اطمینان ہوا تو پھر یہاں کے مختلف طلباء سے ملاقات کی، بعض تو حضرت مولانا کے بڑے مداح اور ان کی کتابوں کے عاشق ہیں، بعض نے حضرت مولانا کی خیریت پوچھی اور حضرت مولانا کی تازہ مطبوعات کے بارے میں سوالات کئے، بعض طلباء ہندوستانی مسلمانوں کے حالات اور ان کی خدمات، اندرا گاندھی کے مستقبل کے اسباب، موجودہ حکومت کے رجحانات اور مسلمانوں کے ساتھ اس کے برتاؤ کے بارے میں پوچھتے ہیں، یہاں پہنچکر حضرت مولانا کی عظمت اور برتر شخصیت کا اندازہ ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ عالم اسلام میں حضرت مولانا اپنی تصانیف کی وجہ سے کتنے مقبول و معروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کا سایہ ہم لوگوں پر تادیر قائم رکھے اور ہم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی توفیق دے۔

رسالۃ المسجد

وقت کی ایک اہم ضرورت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ (یثرب) تشریف لے گئے تو سب سے پہلے جہاں پہونچ کر آپ نے ایک ایسے گھر کی بنیاد رکھی جہاں مسلمان دن میں پانچ وقت جمع ہو کر عبادت کر سکیں یہ پہلی مسجد تھی اور مسلمانوں کی منتشر طاقتیں سمٹ سمٹ کر یہاں جمع ہونے لگیں لیکن عہد رسول کی یہ مسجد صرف عبادت و ریاضت تک محدود نہیں تھی بلکہ اگر ایک طرف مسلمان یہاں نماز ادا کرتے تھے تو دوسری طرف اس میں سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی مسائل بھی طے پاتے تھے، اس میں مقدمات کے فیصلے بھی ہوتے تھے، یہی مدرسہ بھی تھا اور تربیت گاہ بھی، یہ وہ پارلیمنٹ تھی جہاں زندگی کے تمام شعبہائے حیات کے معاملات طے ہوتے تھے قرآن و حدیث کی تعلیم بھی دی جاتی تھی اور اخلاقی و روحانی تربیت کا بہترین نظم و انتظام بھی تھا۔

لیکن زمانہ جوں جوں اپنی رنگینیوں کے ساتھ آگے بڑھتا گیا مسجدوں کے انتظام میں فرق پیدا ہونے لگا۔ وہ مسلمان جو دن و رات کا بڑا حصہ مسجد میں گذارتا تھا اب مسجدوں سے بے اعتنائی و لاپرواہی برتنے لگا، جب علم و حکمت کے حصول کا جذبہ سرد پڑ گیا تو اس کے اندر بھی انحطاط و پستی کے عناصر رونما ہونے لگے اور جب خرابیاں روز افزوں ترقی پاتی رہیں تو بڑھتا ہوا سیلاب بھیانک صورت اختیار کر گیا، افواہ و انتشار کے جراثیم، آخرت کی طرف سے لاپرواہی اور دنیا پر مر مٹنے کا جذبہ اتنا بڑھا کہ آج مسجدیں صرف اوقات نماز [illegible] اور مسلمانوں سے فریاد کرتی ہیں۔

ان ہی حالات کے پیش نظر [illegible]

۲۳ ستمبر ۱۹۷۵ء کو مکہ مکرمہ کی سرزمین میں "موتمر رسالۃ المسجد" کی پہلی کانفرنس "المجلس الاعلی العالمی للمساجد" کے نام سے منعقد کی گئی، جس کے جنرل سکریٹری شیخ صالح قزاز منتخب کئے گئے۔ رمضان المبارک کے اس مبارک موقعہ پر ۴۰ ملکوں سے آئے ہوئے ۳۰۰ مندوبین نے شرکت کی۔ اگر یہ کہا جائے تو قطعاً بے جا نہ ہوگا کہ یہ وہ مبارک کوشش ہے جو درحقیقت اسلامی تاریخ کے روشن اوراق میں ایک نئے باب کا اضافہ ہے۔ کانفرنس کی کامیابی ان بلند پایہ مفکرین، صاحب علم و فضل، دانشور و اہل قلم ماہرین تعلیم اور ماہرین قانون کی مرہون منت ہے۔ جو عالم اسلام کے مختلف گوشوں اور دور دراز ملکوں سے تشریف لائے تھے، خصوصاً مندوبین چین، اردن، افغانستان، انڈونیشیا، یوگنڈا، ایران، امریکہ، پاکستان، برازیل، برطانیہ، بنگلہ دیش، تھائی لینڈ، جنوبی افریقہ، ہندوستان اور اسی طرح کل ۴۰ ملکوں سے تشریف لائے تھے۔ (ہندوستان سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی منتخب ہوئے) کانفرنس اپنی رسمی اور روایتی مراحل سے گذرتے ہوئے ان تجاویز اور قرار دادوں پر ختم ہوئی جو طویل بحث و مباحثہ [illegible] اور غور و فکر کے بعد وجود میں آئیں۔ تجاویز کی فہرست بڑی طویل لیکن ہر چند مفید اور قابل ذکر ہیں جن سے مساجد کی دینی اغراض کی تکمیل کانفرنس کے اعلیٰ مقاصد میں داخل ہیں۔

"مسجدوں کو زندگی کی نئی روح اور حیات نو بخشی جائے ان کی طہارت و نظافت اور حسن و انتظام کا ہر ممکن لحاظ رکھا جائے، مسلمانوں کے [illegible] فروغ [illegible] پر جمع کیا جائے، مساجد کے خطیب و امام اپنی اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوتے ہوئے دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں میں ہاتھ بٹائیں، خود مسجدوں میں بھی تعلیم قرآن کے انتظامات ہوں، مسجدوں سے باہر دعوتی اور اصلاحی پروگراموں کو اتنی ترقی دی جائے کہ ہر ہر خطہ اس کے صدائے بازگشت سے گونج اٹھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر [illegible] میں صحابہ کرام کو اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے اس سلسلے میں احتجاج کیا جائے۔ عالم اسلام کو صیہونی جارحیت کے خلاف خصوصاً مسجد اقصیٰ کی واپسی پر اپنے آرام و راحت بلکہ ہر طرح کی قربانی پیش کی جائے۔

مدرسوں اور تعلیمی اداروں میں اسلامی فضا قائم کی جائے، مسجدوں کی اہمیت و ضرورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے نماز جیسے اہم رکن کی حد درجہ پابندی کی جائے نئے اداروں اور مدارس میں قدیم و جدید میں تطبیق و توافق کی صورت پیدا کی جائے، جہاں اور جس خطہ ارض میں بھی مسلمان بستے ہوں وہاں مسجدوں کا وجود لازم قرار دیا جائے اخلاق اور دینی روایات کو بڑھاوا دینے کے لئے مختلف تدابیر اور طریقہ کار استعمال کیا جائے وغیرہ وغیرہ۔"

ان قرار دادوں کو عملی جامہ پہنانے اور زندگی کے وسیع و عریض میدان فکر و عمل میں نافذ کرنے اور مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے کے لئے ان تمام ممبران اور کارکن حضرات کو جن کا تعلق اس کمیشن سے ہے۔ خطوط و ٹیلی گراف کے ذریعہ انہیں آگاہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنے اپنے میدان عمل، اپنے دائرہ کار، اپنے احباب و اعزہ اور اپنے قرب و جوار کی مسجدوں میں نافذ کریں۔ مختلف پرچوں، رسالوں اور اخباروں کے ذریعہ سے اس اہم کام بلکہ دینی دعوت کو عام کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔ اس لئے کہ مسجدیں ہی وہ مرکز ہیں جو دن میں پانچ بار مومن کو یاد دلاتی ہیں کہ وہ حی و قیوم ہے اور تمہاری حقیقت مٹی میں مل جانے والی شی سے زیادہ کچھ نہیں، وہ معبود برحق ہے اور تمہارا کام اطاعت، بندگی، غلامی اور آقا پروری کے سوا کچھ نہیں۔ اس کے بے شمار احسانات تمہارے جسم و جان پر ہیں، تمہیں اس کے سامنے رونا، گڑگڑانا چاہئے اور اپنی زندگی کو اس نمونہ اور طرز عمل میں ڈھالنا چاہئے جس کے لئے خدا نے رسولوں اور فرستادوں کا سلسلہ جاری فرمایا۔

انگریزی میڈیم کی اسکولوں میں پڑھنے والے طلباء کے لئے

ایک بہترین تحفہ

عقیدۂ توحید و رسالت کی حقیقت کو دل نشین پیرائے میں سمجھانے کے لئے سوال و جواب کے انداز میں ترتیب دی گئی کتابوں کا ایک سیٹ

"ONLY ONE GOD"

"صرف ایک خدا" & "پیغام اور پیغامبر"

"MESSAGE & THE MESSENGER"

مکمل دو کتابوں کے سیٹ کی قیمت ۲ روپیہ ۲۵ پیسے محصول ڈاک رجسٹری ۷۵ پیسے

شاہین بک ایجنسی

شعیب اسلم حیدرآبادی

ندوہ کے شب و روز

قارئین کو معلوم ہوگا کہ کچھ دنوں پہلے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ امریکہ اور کناڈا کے مسلم طلباء کی تنظیم M.S.A کے سالانہ کنونشن میں بحیثیت مہمان خصوصی شرکت کے لئے تشریف لے گئے تھے۔

امریکہ اور کناڈا کے مسلم طلباء کی تنظیم کا پندرہواں سالانہ کنونشن یہاں انڈیانا یونیورسٹی میں گزشتہ ہفتہ ہوا جس میں کوئی دو ہزار مسلم طلباء نے شرکت کی۔

مسلم طلباء کے اس بین الاقوامی اجتماع میں موضوع بحث تھا "احیائے اسلامی اسکی ضرورت اور تشکیل"۔ اس کنونشن کے مختلف اجلاسوں میں اسلام کی تاریخی اساس، اسلامی تحریکات اور ان کے نمونے اور دنیا بھر میں اس مذہب کے استحکام کی تجویزوں پر غور کیا گیا۔

مقررین میں اسلامی اسکالرز، ماہرین تعلیم، مصنفین، مورخین اور ماہر اقتصادیات شامل تھے جو امریکہ، کناڈا، برطانیہ، کویت، سعودی عرب، ہندوستان اور الجیریا سے آئے تھے۔ سب سے زیادہ شرکاء مشرق وسطیٰ کے عرب ملکوں سے آئے تھے۔ ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش کے طلباء کی بھی تعداد خاص تھی۔ ایران اور افغانستان کی بھی اچھی نمائندگی ہوگئی۔

ایسوسی ایشن کے منصوبے کے مطابق اس کے جلسوں کے لئے عنقریب اس کی ذاتی عمارت حاصل ہو جائے گی۔ اس نے پلین فیلڈ (ریاست انڈیانا) میں ۱۲۴ ایکڑ زمین حاصل کی جہاں شمالی امریکہ کے اسلامی مرکز کی تعمیر ہوگی جہاں ایسوسی ایشن کا ہیڈ کوارٹر ہوگا، تحقیقی سہولت کے لئے ایک لائبریری ہوگی، ایک مسجد، ایک پرنٹنگ پریس، ایک ابتدائی اسکول ہوگا اور ایسوسی ایشن سے وابستہ کئی گروپوں کے دفاتر بھی ہوں گے۔ یہ زمین حکومت قطر کی منظور کی ہوئی ایک رقم سے خریدی گئی ہے۔

آجکل ندوہ کی چہار دیواری میں ثقافتی اور تہذیبی سرگرمیاں شباب پر ہیں۔ ابھی ۸، ۹ جون کو طلبائے ندوہ کی یونین الاصلاح کے شعبۂ خطابت اور شعبۂ سلیمانی (تحریری) کے سالانہ انعامی مقابلے یونین کے جمالیہ ہال میں منعقد ہوئے تھے۔ ایک ہفتہ پہلے عنوانات کا اعلان کیا گیا۔ مقابلے میں حصہ لینے والوں کے دو گروپ تھے ایک تو سفلی جو درجہ سوم سے لے کر درجہ ششم تک تھا اور علیا جو درجہ ہفتم سے لے کر اخیر درجات تک تھا۔

بزم خطابت کا علیا کے لئے عنوان علامہ اقبال کا یہ شعر تھا ؎

اسی میں حفاظت ہے انسانیت کی ٭ کہ ہوں اک جنیدی و

اور سفلی کے لئے تھا: "اسلام میں عورت کا مقام"۔ بزم سلیمانی (تحریری) کا عنوان برائے علیا "مسلمانوں پر ہندوستانی تہذیب کا اثر" اور سفلی کے لئے "مولانا محمد اویس ندوی بحیثیت مفسر"۔

یہ مقابلے دو روز تک جاری رہے اور روزانہ دو نشستیں ہوتیں۔ پہلے دن ظہر بعد بزم خطابت کا جلسہ برائے علیا تھا۔

بزم خطابت کی دوسری اور آخری نشست جو درجات سفلی کے مقررین کیلئے مخصوص تھی۔ مقرر پوری تیاری کے ساتھ اسٹیج پر آ رہے تھے اور کھل کر اپنے جوہر کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ ان کی یہ بیباکی، یہ جرأت، یہ کھل کر اپنا مافی الضمیر ادا کرنے کی ادا یہ سب دیکھ کر میں کچھ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہوں۔ اناؤنسر صاحب آواز دے رہے ہیں اب فلاں مقرر آپ کے سامنے آ رہے ہیں، اب عطاء الرحمن اسٹیج پر آ رہے ہیں اور یہ ہیں قیصر حسین اور اب آ رہے ہیں عبدالخالق اور یہ ہیں حفیظ اللہ۔ جبکہ اناؤنسر کی آواز پر لگتے ہیں گویا وہ کہہ رہا ہے اب آپ کے سامنے ابوالکلام آزاد آ رہے ہیں اور اب اسٹیج پر آ رہے ہیں عطاء اللہ شاہ بخاری اور یہ ہیں شورش کاشمیری، میں یہ کچھ غلط نہیں کہہ رہا ہوں آج کے یہ کم عمر مقرر کل کے شعلہ بیان خطیب اور جادو بیان مقرر۔

یہ رات گزر جاتی ہے۔

آج مقالے پیش کرنے کا دن ہے ظہر بعد علیا کا جلسہ اور عشاء بعد سفلی کا۔

کل آپ نے طلباء کا خطیبانہ حال پڑھا اور آج ادیبانہ طرز دیکھئے۔

مقالات پیش ہو رہے ہیں جن میں وہ روانی اور سلاست ہے جیسے کوئی آبشار پہاڑ کی چوٹی سے تیزی کے ساتھ بہا جا رہا ہو اور اپنے ساتھ چھوٹے موٹے پتھروں کو خس و خاشاک کی طرح بہا لیجا رہا ہو یہی حال میرا بھی ہو رہا ہے، انکی روانی کے ساتھ میرے خیالات کی رفتار بھی کچھ کم نہیں۔ کسی کا مقالہ اسلوب ماجدی کو لئے ہوئے تو کسی نے طرز شبلی اختیار کیا تو کوئی رشید احمد صدیقی کے انداز کو اپنائے ہوئے ہے۔ مقالات پیش ہوتے رہے جو حقیقت میں طرز انشاء کا بہترین نمونہ تھے۔

پھر کہیں بارہ بجے کے بعد جلسہ اختتام پذیر ہو چکا اس اعلان کے ساتھ انعامات کی تقسیم کل عشاء بعد عمل میں آئے گی۔

آج عشاء بعد انعامات تقسیم ہوں گے۔ دیکھئے ادھر نماز ختم ہوئی اور ادھر جمالیہ ہال طلباء تیزی کے ساتھ بھر رہا ہے اور وہی دل جو دو روز پہلے ذوق و شوق، جذبہ و لگن اور جوش سے بھرے ہوئے تھے انتظار کی سخت تکلیف دہ مرحلے سے دوچار۔

جمالیہ ہال بھر رہا ہے تقریباً بھر چکا ہے ماحول میں ہلکی ہلکی سرگوشیاں ہیں، کچھ آوازیں ہیں۔ انعامی جلسہ بس اب شروع ہونے جا رہا ہے۔ انعامات سلیقہ سے میزوں پر لگائے جا رہے ہیں اور ادھر ان لڑکوں سے جنھوں نے مقابلوں میں ذوق و شوق سے حصہ لیا تھا کوئی ان کے دل کی حالت پوچھے۔ ؎

آہٹ پہ کان در پہ نظر دل میں اشتیاق

تمام لڑکوں کی نگاہیں بیتابی سے اسٹیج کی طرف لگی ہیں جمالیہ ہال بھر چکا ہے بلکہ اپنی تنگ دامانی کا شکوہ کرنے لگا ہے۔

تلاوت کلام پاک سے جلسہ کا آغاز ہوتا ہے اور پھر ترانۂ ندوہ مترنم آواز میں پڑھا گیا تو ماحول پر ایک طرح کا سکتہ سا چھا گیا پھر درج ذیل دلکش اور پراثر اشعار پیش کئے گئے ؎

جس بزم کے ہیں ہم تخت نشیں وہ بزم ہے بزم عرفانی
اس بزم کی ہر صبح حسیں ہر شام ہے اس کی نورانی
یہ بزم ہے ان شاہینوں کی فطرت ہی ہے جن کی مشتاقی
یہ قلب و نظر کی دنیا ہے ہر نقش ہے اس کا لافانی

اور یہ بھی ؎

گنجینۂ فضل رحمانی وہ جس نے بلند اسلام کیا
دانشکدۂ شبلی جس نے پھر ذوق سخن کو عام کیا
وہ بزم سلیمانی جس نے تحقیق و نظر کا کام کیا
انعامی محفل نے روشن پھر ندوے کا جہاں میں نام کیا

تو سماں بندھ گیا۔

اناؤنسر نے اعلان کیا کہ اب نتائج کا اعلان کیا جائے گا اور انعامات تقسیم ہوں گے۔ گویا دل کچھ ٹھک ٹھک سے گئے ہوں۔ آخر یہ جان لیوا انتظار ختم ہوا۔

بزم خطابت برائے علیا:

انعام اول: سید مشتاق علی بھوپالی
دوم: عبدالوحید بستوی
سوم: نعمت اللہ مظفرپوری

بزم خطابت برائے سفلی:

انعام اول: عطاء الرحمن صدیقی (ممبئی) ششم عربی
دوم: محمد قیصر حسین بہاری ” ”
سوم: حفیظ اللہ ممبئی چہارم ”

بزم سلیمانی (تحریری) برائے علیا:

انعام اول: عمران سعید بھاگلپوری ہشتم عربی
دوم: نظام الدین بستوی ہفتم عربی
سوم: نعمت اللہ بہاری تخصص اول

بزم سلیمانی برائے سفلی:

انعام اول: عطاء الرحمن صدیقی (ممبئی) ششم عربی
دوم: محمد عبدالخالق پورنوی ” ”
سوم: حشمت اللہ بہاری چہارم عربی

انعامات میں دئے جا رہے ہیں شبلی، سید سلیمان، منظور نعمانی [illegible]

یونین کی طرف سے عطاء الرحمن نے اپنے کامیاب ہونے والے ساتھیوں کو اپنے خلوص و محبت کے ساتھ تحفوں سے لاد دیا، انعام پایا کرتا ہے اور خوشی کسی اور کو ہو رہی ہے جیسے اس کی اپنی خوشی ہو۔

تعمیر حیات

جو گزشتہ تیرہ سال سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (ناظم ندوۃ العلماء) کی سرپرستی میں شائع ہوتا ہے۔
جس نے ملک کے دینی، علمی، ادبی اور ثقافتی حلقوں میں ممتاز مقام حاصل کر لیا ہے۔

☆ قرآن کریم کا حیات آفریں پیغام ☆ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے دلنشیں ارشادات ☆ اہل اللہ کے مؤثر و سبق آموز حالات کے ساتھ تحریک ندوۃ العلماء کا تعارف ☆ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی علمی و تعلیمی سرگرمیاں — اور عالم اسلام کے مستند واقعات پر مشتمل مضامین شائع ہوتے ہیں۔

● دنیا کے شب و روز ● ملک کے مسائل و نظریات ● اور ادب و شعر۔ اس پر مستزاد ● دلکش و جاذب نظر گیٹ اپ ● معیاری کتابت ● خوبصورت آفسیٹ طباعت۔

"تعمیر حیات" کے حلقۂ اشاعت کی وسعت کے پیش نظر اس کی قیمت اصل لاگت سے کم رکھی گئی ہے ☆ یہ اہل علم، اہل تجارت اور عوام میں یکساں مقبول ہے ☆ یہ آپ کی تجارت کے فروغ میں مدد دیتا ہے۔

معاملات کا پتہ: منیجر "تعمیر حیات" پوسٹ بکس نمبر ۹۳ ندوہ۔ لکھنؤ 226007

ADVERTISEMENT TARIFF

Casual (1 to 99 C. M. S.) .. Rs. 3/- Per S.C.C.M.
Contract (100 C. Ms. andover) Rs. 2/50 Per S.C.C.M.
Ordinary full Page .. .. Rs. 300/- Per Issue
.. Half .. .. .. Rs. 160/- Per Issue
.. ¼ .. .. .. Rs. 90/- Per Issue

Last Caver Page

Full Page .. .. .. Rs. 350/- Per Issue
Half .. .. Rs. 200/- Per Issue
1/4 .. .. Rs. 125/- Per Issue
Govt, Municipal, Courts and Other Pulic. Notices Rs. 4/- Per s. c. c. m

Mechanical Data

Size .. .. 38 C. M. × 25 C. M.
Printed area .. .. 33 C. M. × 21 C .M.
Language .. .. "Urdu"
Columns :— 4
Printing .. .. Photo Offset
Publication Dates —— 10 and 25 every Month
Subscriptions—
Inland
Yearly—— Rs. 12/—
Half yearly—— Rs. 7/—
Per Copy .. .. /60 Paise

نرخنامہ اشتہارات

عارضی: (ایک تا ۹۹ سینٹی میٹر) -/3 روپے فی سینٹی میٹر فی کالم
مستقل: (۱۰۰ اور اس سے زائد سینٹی میٹر) -/2/50 " " "
پورا اندرونی صفحہ .. .. .. -/300 روپے فی اشاعت
نصف اندرونی صفحہ .. .. .. -/160 " " "
چوتھائی .. .. .. -/90 " " "
ٹائٹل کا آخری صفحہ (مکمل) .. .. -/350 " " "
" نصف .. .. .. -/200 " " "
" چوتھائی .. .. .. -/125 " " "

طباعتی تفصیلات

پورا سائز .. .. .. ۳۸ × ۲۵ سینٹی میٹر
سائز باعتبار طباعت .. .. .. ۳۳ × ۲۱ سینٹی میٹر
کالم ۴
زبان .. .. .. اردو
طباعت .. .. .. عکسی فوٹو آفسیٹ
شرح چندہ .. .. .. سالانہ ۱۲ روپے (اندرون ملک)
ششماہی ۷ روپے
فی پرچہ ۶۰ پیسے

Regd No. LW/NP 56

Phone - 22949 / 29747

TAMEER-E-HAYAT

Fortnightly

NADWATUL-ULAMA LUCKNOW-226007 (INDIA)

A few English works of Maulana Abul Hasan Ali Nadwi.

Islam and the World : by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Dr. M. Asif Kidwai, pp. 210, price Rs. 12/-

"ISLAM AND THE WORLD belongs to the small class of thoughtful and thought provoking books which inquires into the factors responsible for the rise and decline of Muslims, studies the impact of Islam on the world and intelligently discusses the role of Islam in the world of today and tomorrow. Maulana Nadwi's book provides a rational and historical refutation of the charge often made from several quarters that it is Islam which is responsible for the present backwardness of the Muslims."

ISLAMIC REVIEW
London, November-December, 1951

Western Civilization—Islam and Muslims : by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Dr. M. Asif Kidwai, pp. 199, price Rs. 22/-:

"This book is a whiff of fresh air in the midst of communal madness all round .... It will be serving a great purpose if it can make the Muslim countries, especially the Indian Muslims to some furious thinking in order to extricate themselves from the malaise in which they have been pushed by their static policies and programmes."

THE HINDUSTAN TIMES
Delhi, December 21, 1969

Muslims in India : by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Dr. M. Asif Kidwai, pp. 135, price Rs. 7.00 :

"After Hunter's MUSALMANS OF INDIA this book may be said to be most useful publication on the subject ......

The author "gives a detailed exposition of the achievements of the Muslim scholars in our country and their contribution to the freedom struggle. He demonstrates clearly that in contributing to the classical literature of Arabic and Persian, the Indian Muslims have to their credit a unique achievement, unique in the annals of world literature. By emphasising this aspect the Maulana has given a fitting answer to those historians who consider the period of Islamic domination as a dark age in the history of this sub-continent."

THE STATESMAN
Delhi, December 22, 1963

Religion and Civilization : by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Mohiuddin Ahmad, pp. 120, price Rs. 8/-

"This brief but incisive work comprises the lectures delivered some years ago at the Jamia Millia, Delhi, and deals with the essential questions of eschatology, cosmology and the resultant socio-ethical order. Like Sorokin, he classifies cultures into sensate and idealistic but unlike him develops his own formulation of the revelatory culture, articulated par excellence, in the Islamic faith and culture ...... One gets from this book a broad and overall view of the socio-ethical order based on revealed guidance."

IMPACT INTERNATIONAL
London, May 16, 1971

Saviours of Islamic Spirit : Vol. I, by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Mohiuddin Ahmad, pp. [illegible] price Rs. 28/- : Vol. II, Price Rs. 35.

"Syed Abul Hasan Ali Nadwi has rendered a gr[illegible] service not only to Muslim readers but also to the no[illegible] Muslims by placing before them the saintly and dev[illegible] lives of some of the most eminent men not onl[illegible] Islam but of the world .... One wishes more bo[illegible] like this will come out so as to bring out th[illegible] aspects of Islam which are not as well known as th[illegible] ought to be."

NATIONAL HERA[illegible]
Lucknow and Delhi, 9th July, 1[illegible]

The Four Pillars of Islam : by S. Abul Hasan Nadwi, translated by Dr. M. Asif Kidwai, pp. 298, [illegible] Rs. 22/-:

"The book deals with the four fundamental dut[illegible] *Salat, Saum, Zakat* and *Haj* and, along with these, th[illegible] logical advantages and significance and similarit[illegible] and differences with the modes of worship in ot[illegible] religious communities. It has, thus, at once becom[illegible] treatise on jurisprudence, scholastic theology [illegible] religious teachings and principles."

SIDQ-I-JA[illegible]
July 26, [illegible]

The Musalman : by S. Abul Hasan Ali Nadwi, [illegible] Ahmad, pp. 120, price Rs. 10/-:

"Designed to present a true picture of the Ind[illegible] Muslims before the non-Muslims, the book succeed[illegible] portraying their social customs and manners, relig[illegible] observances and feasts and festivals without ei[illegible] magnifying or concealing any facet of their life. [illegible] book which ought to be translated in every Ind[illegible] language."

SIDQ-I-JA[illegible]
Lucknow, July 21, [illegible]

Faith versus Materialism : by S. Abul Ha[illegible] Ali Nadwi, translated by Mohiuddin Ahmad, pp. 114, [illegible] Rs. 10/-.

"This is a commentary of *Surah Kahf* (The C[illegible] which occupies a unique place in the Quran ...... [illegible] delineating the hidden traits and characteristics [illegible] Dajjal the author has brought to light the trickery [illegible] swaggering deception of the present-day God-l[illegible] materialistic civilization. Through his lucid expos[illegible] of the message contained in this chapter of the Qu[illegible] the author has shown how its teachings can be ef[illegible] cious in achieving deliverance from these evils.

ISLAM AUR ASR JA[illegible]
Delhi, July, [illegible]

Qadianism : by S. Abul Hasan Ali Nadwi, tran[illegible] by Zafar Ishaq Ansari, M. A.; pp. 152, price Rs. 13/-:

"A critical study of the Qadiani Movement in [illegible] light of historical research. The book has gone a [illegible] way in correcting many misconceptions and e[illegible] lending force to the Movement."

New Menace and Its Answer : by S. Abul Ha[illegible] Ali Nadwi, pp. 24, price Rs. 1.50.

Glory of Iqbal : by S. Abul Hasan Ali Nadwi, tran[illegible] by Dr. M. Asif Kidwai, pp. 228, price Rs. 18/-

Nadwa Book Depot P.B. 93 Lucknow - 7